

جسم کا تحفظ، زینت اور سادگی کے ساتھ یہ بات بھی شامل ہے کہ نہ تو اس سے تکبر کا اظہار ہو اور نہ جان بوجھ کر لا پروائی اور غربت کا اظہار کیا جائے۔ گویا ایک شخص اپنی استطاعت اور ضرورت کی مناسبت سے لباس کی وضع قطع اور اس کے لیے مناسب کپڑے کا استعمال کرے۔ اسلامی تاریخ میں ہمیں نائی کے استعمال کی کوئی روایت نہیں ملتی؛ جب کہ مغربی لباس سے وابستہ روایت میں اس کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ اس استعمال کے حوالے سے ایک دور تھا جب اہل ثروت نائی کا استعمال رسمی لباس کے حصے کے طور پر کرتے تھے۔ بعض عیسائی فرقوں میں ایک ذوری کالر کے گرد باندھ دی جاتی تھی جو گلے میں لٹکتی رہتی تھی۔ کبھی اس میں کوئی پتھر یا موٹی نما چیز اور کبھی صلیب بھی لٹکائی جاتی تھی۔ یہ روانچ آہستہ آہستہ متذوک ہو گیا اور نائی کا استعمال وہ سب لوگ کرنے لگے جو مذہب کو اہمیت دیتے ہوں یا اس کے مقابل۔ گویا اس کی نسبت کسی خاص طبقے، فرقے یا مذہبی مسلک سے نہ رہی۔ نقشہ کا ایک کلیہ یہ ہے کہ اگر ایک چیز کی حالت تبدیل ہو جائے تو حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک لباس کی خاص طبقے یا فرقے کی اجارہ داری یا پہچان نہ رہے تو اس کی کراہت بھی باقی نہیں رہے گی۔ یہی شکل کوٹ پتوں اور ان لباسوں کی ہے جو وقت کے ساتھ کسی خاص قوم مذہب یا فرقے سے وابستہ نہیں رہے۔

جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ کوٹ پتوں یا کالر والی قیص کس حد تک ساتر ہے۔ اس میں کوئی نفس کے فتنے کا سامان تو نہیں۔ گویا نائی ہو یا پتوں اور کوٹ، اس کے عمومیت اختیار کر لینے کے سبب اس پر وہ حکم نہیں گلے گا جو کسی قوم سے مشابہت کا ہے۔ اس کے حلال یا حرام ہونے سے قطع نظر اگر مخفی شریعت کے اصول پر غور کیا جائے جس میں شریعت ہمارے لیے آسانی چاہتی ہے تو عقل یہ کہتی ہے کہ نائی آسانی کی جگہ وقت پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اگر دو بھلے آدمیوں میں سے ایک کو نائی پہننا کر اور دوسرے کو بغیر نائی کے کھلے کالر کی قیص کے ساتھ آپ کسی بند کمرے میں جہاں ہوا کا گزر نہ ہو بخادیں تو ۱۵ منٹ کے بعد جس نے نائی کس کر باندھ رکھی ہے نائی ڈھیلی کر کے یا کمل طور پر گلے سے اتار کر الگ رکھنے پر مجبوڑ ہو جائے گا۔ یہی سبب ہے کہ جن دفاتر میں رسمی طور پر نائی استعمال کرائی جاتی ہے جیسے ہی کھانے کا وقفہ ہوتا ہے بھلے آدمی نائی کو کھول کر رستی کی طرح گلے میں لٹکائیتے ہیں یا اتار کر اس کو رکھ دیتے ہیں اور پھر

جب دوبارہ دفتر کی کری پروپریتی جانے کا وقت آتا ہے تو گلے میں کس کرتیاں ہو جاتے ہیں۔ آخر یہ کون سا حکیم نہمان کا نہ ہے کہ جب تک تائی نہ ہوگی اچھا sales person نہیں بن سکتا یا اچھا مینجر نہیں بن سکتا۔ اس لیے دین کے سهولت پسند ہونے کی بنا پر اگر اسے استعمال نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ گواسے حرام نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ حرام و حلال کا حق صرف شارع کو ہے، کسی انسان کو نہیں۔ (ہروفیسر ڈاکٹر انیس احمد)

حصہ کا کاروبار

س: میرے کچھ دوست مختلف کمپنیوں کے حصہ کے لین دین میں دل جھی رکھتے ہیں۔ لیکن میرے علم کے مطابق بعض علماء کے نزدیک حصہ کا کاروبار اسلامی نقطہ نظر سے درست نہیں۔ وہ اس کی یہ وجہات بیان کرتے ہیں:

- یہ کمپنیاں اپنے معاملات سودی بیاد پر طے کرتی ہیں، اس لیے ان کا حصہ دار بنتا گویا سودی کاروبار میں حصہ دار بنتا ہے۔
- اس کاروبار میں کوئی مشقت نہیں کرنی پڑتی۔

میرا خیال ہے کہ نفع اور نقصان کے اس کاروبار میں برابر کا امکان ہے اور بازار حصہ (shares market) کا تجزیہ بذاتِ خود ایک مشقت طلب کام ہے جو اس کاروبار میں محنت کے عضر کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔

اس بات پر کہ چونکہ یہ کمپنیاں اپنے معاملات سودی نظام کے تحت طے کرتی ہیں، اس لیے ان کا حصہ دار بنتا جائز نہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی بھی کاروبار یا ملازمت چاہے وہ بھی نوعیت کا ہو یا سرکاری، بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی طرح موجودہ نظام کے تحت اس کی کڑیاں سودی نظام ہی سے جاتی ہیں۔ اس صورت حال میں کس حد تک پک کا مظاہرہ کیا جاسکتا ہے؟

ج: قرآن کریم نے نفع اور تجارت کو حلال (البقرہ ۲۷۵:۲) قرار دے کر چھوٹے اور

بڑے کاروبار کرنے والوں کے لیے اخلاقی اور قانونی جواز فراہم کرنے کے ساتھ الال ایمان کو ترغیب دی کہ وہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے صرف جائز ذرائع کو استعمال کریں۔ لیکن کاروبار میں سرمایہ کی فراہمی ایک مستقل مسئلہ ہے اور اسے حل کرنے کی ایک شکل یہ پائی جاتی ہے کہ ایک سے زائد صارف مل کر ایک کاروبار میں سرمایہ لگائیں اور اپنے سرمایہ کے نتائج سے نفع یا نقصان میں شریک ہوں۔ اس غرض سے بہت سی کمپنیاں حصہ کی فروخت کا اعلان کرتی ہیں اور ان کمپنیوں کے منصوبے کے لحاظ سے عوام ان کے حصہ خرید کر حصہ دار بن جاتے ہیں۔ اس طرح جو نفع ایک نئے دار کو ملتا ہے وہ نہ سود کی تعریف میں آتا ہے نہ قمار اور جوئے کی تعریف میں آتا ہے۔ اس پورے عمل میں جو چیز بنیادی اہمیت رکھتی ہے وہ کمپنی کی سرگرمی ہے۔ اگر وہ کمپنی کسی ممنوع اور حرام کام میں رقم لگا رہی ہے تو یہ کاروبار اور اس کے شرکاء حرام کے مرکب ہوتے ہیں اور اگر کمپنی کی سرگرمی حلال اور جائز نوعیت کی ہے تو اس سے مٹے والا نفع کم ہو یا زیادہ حرام کی تعریف میں نہیں آتا۔

اس لیے کسی کمپنی کے حصہ لینے وقت یہ تحقیق کر لیجیے کہ وہ کس نوعیت کا کاروبار کرنے جا رہی ہے۔ اگر وہ کاروبار حلال ہے تو اس میں حصہ لینے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ والله اعلم

بالصواب! (۱-۱)

بنک میں ملازمت کا مسئلہ

س: بنک کی ملازمت کے حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے بالخصوص ایسے بنک جن

کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے نظام کا بنیادی ڈھانچا اسلامی بنک کاری پر ہے؟

ج: اسلام انسان کی معاشی ضروریات کو ایک ضابطہ اخلاق کے تحت حل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اکلی حلال کے حصول میں ہدف اور ذرائع دونوں کو یکساں اہمیت دیتا ہے۔ ایک شخص یہک نیتی کے ساتھ چوری کر کے غرباد ماسکین کی ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ یہ بات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ بنک سود کی بنیاد پر کاروبار کرتے ہیں۔ یہ ایسی ہی واضح شکل ہے جیسے